اور ارباب تموّل کی امداد سے بے نیاز و مستغنی رہتا تھا۔

مجموعی حیثیت سے حضرت مفتی صاحبؒ کا سب سے بڑا جوہر کمال یہ تھا کہ انہوں نے قدرت کی بخشی ہوئی ظاہری اور باطنی صلاحیتوں کو اپنی خاص توجہ اور محنت سے اس طرح ابھارا اور انہیں پروان چڑھا کر اپنی شخصیت کی تعمیر اس انداز سے کی تھی کہ علم و فضل کے علاوہ وہ اندرون خانہ اور بیرون خانہ زندگی کے کسی کام میں عاجز اور محتاج نہ تھے۔ انہوں نے ایک معمولی گھرانے میں پیدا ہونے کے باوجود اپنی دنیا آپ پیدا کی تھی۔ جو دینی حیثیت سے جس طرح مکمل تھی دنیوی حیثیت سے بھی کہیں سے تشنہ اور خام نہیں تھی۔ چنانچہ گوناگوں علمی و عملی اور روحانی و معنوی کمالات و فضائل کے علاوہ وہ اعلیٰ درجہ کے خطاط بھی تھے اور خیاط بھی۔ ایک بہترین انجینیر بھی تھے اور طباخ بھی خوش لباس خوش غذا تھے اور ورزشی جسم رکھتے تھے۔ ملتان جیل میں بڈمنٹن کھیلنا شروع کیا تو چند روز کی مشق میں ہی سب ساتھیوں پر بازی لے گئے۔ حساب دانی میں مشکل سے کوئی عالم اُن کا حریف ہو سکتا تھا۔ کبھی کبھی عربی فارسی اور اردو میں شعر بھی کہتے تھے بات چونکہ جچی تلی کہنے کے خوگر تھے اس بنا پر ان کی تقریر اگرچہ پرمغز اور مدلل ہوتی تھی لیکن ہنگامہ آفریں اور ولولہ انگیز نہیں ہوتی تھی۔ بزم احباب میں ایک بذلہ سنج مگر باوقار و متین یار شاطر اور ارباب معاملہ کی مجلس میں ایک غائر النظر مدبر و مفکر تھے۔ اس حیثیت سے ان کی زندگی بے شبہ علوم دینیہ کے علماء و طلباء کے لئے ایک کامیاب نمونۂ عمل اور اس بات کی شہادت تھی کہ علوم عربیہ و اسلامیہ کا ایک بوریہ نشین طالب علم اگر چاہے اور کوشش کرے تو قوم کے عطیات اور چندوں سے سرکاری ملازمت وغیرہ کی غلامی سے بے نیاز ہو کر اپنی دنیوی زندگی بھی ایک معیاری اور خوشحال زندگی بنا سکتا ہے۔

صد حیف! کہ اب یہ بزرگ صورتیں۔ یہ علم و عمل کی جیتی جاگتی شکلیں، اسلام کی دیرینہ روایات کی حامل و علمبردار یہ شخصیتیں اپنوں اور پرایوں کا غم کھانے والی اور بنی نوع انسان کی ہمدرد و غمگسار یہ ہستیاں روز بروز عنقا ہوتی جا رہی ہیں۔ اور ایک وقت آئے گا کہ لوگ ان صورتوں کے دیکھنے کو ترسیں گے بطن ارضی کا خزانہ ان سے مالا مال ہوگا لیکن مادر گیتی کی کوک ان سے خالی ہوگی۔ آئندہ نسلیں تاریخ کے صفحات میں ان کے تذکرے پڑھیں گی۔ لیکن ظہر ارض پر ان کی سی ایک صورت و سیرت بھی نہ ملے گی۔ اللھم اغفرہ وارحمہ رحمۃ واسعۃ وامطر علیہ شآبیب لطفک السنی وکرمک الھنی تامۃ وکاملۃ۔

حضرت خواجہ محمد عاقلؒ

از

(پروفیسر خلیق احمد صاحب نظامی ایم۔ اے)
(لکچرر شعبۂ تاریخ مسلم یونیورسٹی علی گڈھ)

"پروفیسر خلیق احمد صاحب نے "مشائخ چشت" کے نام سے جو عظیم الشان اور ضخیم کتاب مرتب فرمائی ہے اور جو عنقریب ندوۃ المصنفین سے شائع ہونے والی ہے، زیر نظر مضمون اسی کتاب کا ایک باب ہے۔

"ایڈیٹر"

خواجہ محمد عاقلؒ، حضرت خواجہ نور محمد مہارویؒ کے ممتاز ترین خلفاء میں تھے۔ پنجاب میں نظامیہ سلسلہ کی اشاعت میں انھوں نے نمایاں حصہ لیا تھا۔ چاچڑاں، کوٹ مٹھن، احمد پور وغیرہ مقامات کی خانقاہیں اُن ہی کی کوششوں سے وجود میں آئیں۔

حاجی نجم الدین صاحب نے لکھا ہے۔

"ہزارہا مخلوق از دروازۂ ایشاں فیض یاب شدند و صدہا صاحب خانقاہ از ایشاں معبوث شدند"[1]	ہزارہا مخلوق نے اُن کے دروازے سے فیض پایا اور سینکڑوں صاحب خانقاہ ان سے معبوث ہوئے

ان کے علمی تبحر، پابندیٔ شرع، بزرگانہ شفقت، اخلاق و مروت کا دور دور شہرہ تھا۔ لوگ بڑی عقیدت سے ان کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔ یہ ان ہی کی کوششوں کا نتیجہ تھا کہ پنجاب کے بہت ہی دور افتادہ اور غیر معروف علاقوں میں مذہبی اور روحانی تعلیم کا چرچہ ہو گیا۔ اور اُن کے خرمنِ کمال کے خوشہ چیں دور دور پھیل گئے۔

---

[1] مناقب المحبوبین۔ ص ۱۲۳

خاندان و نسب | خواجہ محمد عاقلؒ ایک معزز فاروقی خاندان کے فرد تھے۔ ان کے اجداد شاہان مغلیہ اور امراء وقت کی نظروں میں خاص عزت رکھتے تھے۔ ان کے ایک بزرگ حضرت محبوب اللہ الصمد مخدوم نور محمد تھے۔ ارادت خاں وزیر شاہ جہاں ان کا مرید تھا۔ شاہ جہاں نے ان کو پانچ ہزار بیگہ اراضی اخراجات کے واسطے دی تھی اور اس مضمون کا ایک فرمان عطا کیا تھا۔[۱]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ الخ

یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ الخ

مورخہ بست و پنجم شہر ربیع الاول سنہ جلوس مطابق [illegible]

بدیں مضمون کہ

"دریں زماں فرمان سعادت نشان فرخندہ عنوان بغرض اینکہ موازی پنج ہزار بیگہ زمین قابل زراعت از پرگنہ منگلوٹ سرکار صوبہ دار الامان ملتان در وجہ مدد معاش بنام خادماں کرامت نشان پیر و مرشد طریقت ہادی راہ حقیقت راہبر راہ شریعت و معرفت، غواص بحر عرفاں، زبدہ خدا پرستان حضرت قبلہ میاں صاحب مخدوم نور محمد کوریجہ دام اللہ ظلہ و شرفہ معہ فرزندان از ابتدائے فصل خریف بازگشت ادی بہشت ۱۰۹۹ فصلی مقرر است امر رفیع القدر شرف صدور یافت کہ زمین مذکورہ بہ میاں صاحب معزالیہ عنایت فرمودیم۔ محصولات آنہا فصل بفصل سال بسال صرف مایحتاج خود نمودہ دعائے خیر دولت ابد پیوند اشتغال می فرمودہ باشند باید کہ حکام و عمال و جاگیرداراں و کروریاں حال و استقبال داخل پرگنہ اراضی مذکور در عمل نمودہ حسب الحکم اشرف الاعلیٰ ایں امر جلیل القدر مستمر دانستہ در زمین مذکور از مالیہ سرکار یک صد و چہل و چہار بیگہ دیگر مسجد مبارک و سرائے رنگین پختہ درس خواندن طالب علماں ساختہ بتصرف میاں صاحب معزالیہ دہند و بوجہات و ساہر جہات اخراجات مثل مغلیہ و پیشکش و جرمانہ و خالصانہ و محصولانہ و داروغگانہ و جہرانہ و دہ نیمی و مقدمی و صد و دمی و قانون گوئی و ضبط ہر سال و تکرار زراعت و کل تکالیف دیوانی و مطالبات سلطانی

---

[۱] مناقب فریدی۔ ص ۲۶۔ ۲۷

مزاحمت نرسانند و در ہر سال و ہر فصل سند مجدد نطلبند و اجب الارشاد عمل نمودہ تخلف نوازند" تحریر تاریخ مناقب فریدی میں عالمگیر اور شاہان مابعد کے فرامین بھی درج ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے اس جاگیر کو برقرار رکھا اور شاہ نور محمد نوریجہ سے اپنی عقیدت کا اظہار کیا۔

نور محمد کوریجہ کے تین فرزند تھے۔

(۱) سلطان مخدوم (۲) مخدوم محمد یعقوب (۳) حاجی محمد اسحاق

اول الذکر نے لاولد وصال فرمایا۔ موخر الذکر کی اولاد بیرون ضلع ڈیرہ غازی خاں میں آباد ہو گئی محمد یعقوب کے دو بیٹے ہوئے۔

(۱) مخدوم غلام حیدر۔ ان کا مزار دریائے سندھ کے کنارے، یارا والی میں ہے۔

(۲) مخدوم محمد شریف۔ ان کے دو بیٹے تھے۔ ایک قاضی نور محمد دوسرے قاضی محمد عاقل[۱] محمد شریف صاحب، یارا والی میں مقیم ہو گئے تھے اور وہاں ان کے کثیر تعداد میں مرید ہو گئے تھے۔ وہ بڑے مرتاض بزرگ تھے۔ زہد و ورع، قناعت و توکل میں یگانۂ روزگار تھے۔ حاجی نجم الدین صاحب[۲] نے لکھا ہے کہ وہ "عالم باعمل" اور "صاحب برکت" تھے[۳] خواجہ گل محمد احمد پوری نے لکھا ہے کہ وہ زہد و ورع، میں لاثانی تھے[۴]

کوٹ مٹھن | "مناقب فریدی" میں کوٹ مٹھن کے آباد ہونے کے متعلق لکھا ہے کہ جب مخدوم محمد شریف صاحب، یارا والی میں آکر آباد ہوتے تو مٹھن خاں بلوچ رئیس یارا والی آپ کا مرید و معتقد ہو گیا۔ ایک دن آپ کا گذر اس جگہ سے ہوا جہاں اب کوٹ مٹھن آباد ہے۔ دریا کے کنارہ پر یہ پُر فضا مقام دیکھ کر آپ نے خان موصوف سے کہا کہ اس جگہ ایک شہر آباد کیا جائے اور وہ اللہ والوں کا مسکن ہو۔ خاں نے اس جگہ شہر بسانا قبول کر لیا اور مخدوم سے گذارش کی کہ وہ خود اس مقام کو اپنا مستقر بنائیں۔ اس طرح کوٹ مٹھن وجود میں آیا[۵]۔ اور حضرت مخدوم محمد شریف کی موجودگی کی وجہ سے دور دور سے علماء و مشائخ وہاں آکر جمع ہو گئے۔

---

[۱] مناقب فریدی ص۱۸ [۲] مناقب المحبوبین۔ ص ۱۹ [۳] تکملہ سیر الاولیاء ص ۱۳۸ [۵] مناقب فریدی ص ۱۹

کوریجہ لقب | شاہ محمد عاقل صاحب کا خاندانی لقب کوریجہ تھا۔ تمام شاہی فرامین میں ان کے بزرگوں کے نام کے ساتھ کوریجہ لقب ملتا ہے۔ حاجی نجم الدین صاحب نے اس کی وجہ تسمیہ یہ بتائی ہے کہ خواجہ صاحب کے خاندان کے ایک بزرگ ایک دن مسجد میں نماز پڑھنے کے لئے گئے اور پوچھا کہ کیا کسی نے آذان کہہ دی ہے؟ - لوگوں نے نفی میں جواب دیا تو آپ نے مٹی کے ایک برتن کو جو قریب ہی رکھا تھا اٹھایا اور کہا کہ اے کوزہ تو اذان کہہ۔ اس وقت سے ان کو "کوریجہ" کہنے لگے۔ کوزہ کو سندھی زبان میں کورا کہتے ہیں۔ اور کہنے کے لئے "جو" استعمال ہوتا ہے۔ چنانچہ یہ لفظ "کورا جو" ہو گیا۔ جس کے معنی ہوئے "کوزہ بگو"۔ رفتہ رفتہ "کورا جو" سے کوریجہ ہو گیا۔[۱]

تعلیم | خواجہ محمد عاقل نے بہت تھوڑی عمر میں قرآن پاک حفظ کر لیا تھا۔[۲] ان کے والد ماجد مخدوم محمد شریف صاحب[۳] جو "یکتائے زماں" اور "محدث دوراں" تھے[۴] خود ان کو تعلیم دیتے تھے۔ فاضل باپ نے اپنے ہونہار بیٹے میں علم و ادب کا وہ ذوق و شوق پیدا کر دیا جو آخر عمر تک ان کا طرۂ امتیاز رہا اور جس سے ہزاروں شائقین علم و ادب نے فائدہ اٹھایا۔

خواجہ صاحب نے اپنے والد کے علاوہ حضرت شاہ فخر صاحب[۵] اور خواجہ نہاروی سے بھی تحصیل علوم کیا تھا۔ حضرت شاہ فخر صاحب نے ان کو شرح عبد الحکیم اور سواء السبیل کا درس دیا تھا۔[۶] خواجہ نہاروی سے انھوں نے حدیث کی سند لی تھی۔[۷]

خواجہ صاحب کا حافظہ نہایت عمدہ تھا۔ جزوی مسائل تک صحت اور حوالوں کے ساتھ ان کو یاد رہتے تھے۔ ان کے تبحر علمی کے متعلق خواجہ گل محمد احمد پوری نے لکھا ہے۔

۱؎ مناقب المحبوبین۔ ص ۱۱۹ - ۱۲۰ ۲؎ مناقب فریدی، ص ۵ ۳؎ تکملہ سیر الاولیاء ص ۱۳۹ ۴؎ مناقب المحبوبین ص ۱۲۱

۵؎، ۶؎ تکملہ سیر الاولیاء ص ۱۸۰ - ۱۷۹ ۷؎ سلسلہ حدیث اس طرح درج ہے

شیخ محمد عاقل۔ شیخ نور محمد۔ شیخ فخر الدین دہلوی۔ شیخ نظام الدین الغوری ثم اورنگ آبادی۔ شیخ حافظ محمد عبد اللہ الانصاری المکی ثم اورنگ آبادی۔ شیخ محمد طاہر بن شیخ محمد ابراہیم کردی شہرزوری۔ شیخ محمد ابراہیم کردی

"در عصر خود شرقاً غرباً مماثل آنحضرت در علم ظاہری ہم کسے نبود"[1]

شرق و غرب میں ان کی مثل اس زمانہ میں علم ظاہری میں کوئی نہ تھا۔

پھر آگے چل کر فرماتے ہیں۔

"خلوص علم از اصول و فروع باں مشابہ بود کہ بدرجہ اجتہاد رسیدہ بود"[2]

اجراء مدارس سلسلہ درس تدریس | خواجہ محمد عاقل صاحبؒ کو ابتدا ہی سے درس و تدریس کا بڑا شوق تھا۔ انھوں نے کوٹ مٹھن میں نہایت اعلیٰ پیمانہ پر ایک مدرسہ قائم کیا۔ بڑے بڑے عالم اس مدرسہ میں ملازم تھے۔ درس و تدریس کا کام بہت باقاعدہ ہوتا تھا۔ خود خواجہ محمد عاقلؒ سَو سے زیادہ طلباء کو درس دیتے تھے مدرسہ کے ساتھ ہی ایک بڑا لنگر خانہ تھا۔ جب آپ کوٹ مٹھن سے شدانی تشریف لے گئے تو وہاں بھی مدارس قائم کئے اور طلباء و اساتذہ کے لئے لنگر کی سہولتیں بہم پہنچائیں۔[3]

خواجہ صاحبؒ کے مدارس میں جن کتابوں کا درس ہوتا تھا وہ یہ ہیں۔

مشکوٰۃ شریف۔ احیاء العلوم۔ صحیح بخاری۔ لوائح و شرح قصیدہ۔ سواء السبیل۔ تسنیم۔ فصوص الحکم۔ شرح وقایہ معہ حواشی۔ ہدایہ۔ شرح مواقف۔ شرح ہدایہ حکمت۔ میر ہاشم۔ شرح عقاید خیالی مطول وغیرہ۔[4]

خواجہ مہاروی کی خدمت میں حاضری | تحصیل علم کے بعد خواجہ محمد عاقلؒ اور ان کے بڑے بھائی میاں نور محمدؒ کو اصلاح باطن اور تزکیۂ نفس کے لئے مرشد کامل کی تلاش اور جستجو پیدا ہوئی۔ اگرچہ خود ان کے والد ماجد بڑے صاحب کمال بزرگ تھے لیکن بقول خواجہ گل محمدؒ

"داعیۂ آنجناب شہباز بلند پرواز بود"[5]

اسی اثنا میں حضرت خواجہ نور محمد مہارویؒ کی شہرت سنی۔ اتفاقاً ان کے بڑے بھائی کی موضع یاران والی میں خواجہ مہاروی سے ملاقات بھی ہوگئی۔ پہلی ہی نظر میں یہ عالم ہوا کہ

"....ہیبت.....آں بادشاہ گدا لباس در گرفت"[6]

اور بے اختیار زبان پر یہ اشعار آگئے ؎

---

[1] تکملہ سیر الاولیاء۔ ص ۱۳۹ [2] ایضاً ص۔ ۱۴۰ [3] ایضاً [4] ایضاً [5] ایضاً ص ۱۴۵ [6] ایضاً

بشبہا سیہ کے بُد امیدم | کہ رد زیے گرد د ایں روز سفیدم
شبم را صبح فیروزی بر آید | غم و رنج شبا نروزی سر آید
کہ بودم گرہے در ظلمتِ شب | رسیده جان زگمراہیم بر لب
بر آمده از افق رخشنده ماہے | بکوئے دوستم بنمود راہے[1]

اسی رات کو ایک قاصد خواجہ محمد عاقل کو بلانے کے لئے کوٹ مٹھن بھیجا گیا۔ خواجہ صاحب فوراً آکر ملے۔ اور اوچ میں خواجہ نور محمد کے دست حق پرست پر بیعت کر لی۔

دہلی کا سفر اور شاہ فخر صاحب کی خدمت میں حاضری

خواجہ محمد عاقل رح کو کئی مرتبہ حضرت شاہ فخر صاحب رح کی خدمت میں حاضری کی سعادت نصیب ہوئی تھی۔ پہلی بار جب وہ خواجہ مہاروی کی ہمراہی میں مہار سے دہلی تشریف لائے تھے تو سارا سفر پیادہ پا کیا تھا۔ جب مرشد نے اس کا سبب دریافت کیا تو عرض کیا "میں نے خدا سے عہد کیا تھا کہ حضرت شاہ فخر صاحب کی زیارت کو پا پیادہ جاؤں گا"[2] دوسری مرتبہ وہ دہلی اس طرح آئے کہ اپنے وطن سے مہار خواجہ مہارویؒ کی خدمت میں گئے تھے، وہاں معلوم ہوا کہ خواجہ صاحب دہلی تشریف لے گئے ہیں۔ یہ سن کر آپ نے فوراً دہلی کا رُخ کیا۔ دہلی پہنچے تو شاہ فخر صاحب کی خدمت میں پیش کرنے کے لئے کچھ پاس نہ تھا۔ صرف ایک لوٹا تھا۔ اس کو فروخت کیا اور شاہ فخر صاحب کے لئے مٹھائی خریدی۔ خواجہ مہاروی کو اس کا علم ہوا تو دو اشرفیاں دیں کہ یہ حضرت شاہ صاحب کی خدمت میں پیش کر دو۔[4]

مناقب فریدی میں لکھا ہے کہ دوسری بار جب وہ شاہ فخر صاحبؒ کی خدمتِ بابرکت میں حاضر ہوئے تھے تو علاوہ فیضانِ باطنی کے کچھ مسائل تصوف بھی سمجھے تھے۔[5] مناقب المحبوبین کا بیان ہے کہ انھوں نے شاہ فخر صاحب سے شرح عبدالحق اور سوا السبیل پڑھی تھی۔[6] آخری بار جب وہ مولانا فخر صاحب

[1] تکملہ سیر الاولیاء ص ۱۴۶ [2] مناقب فریدی میں ان کے تین مرتبہ دہلی تشریف لانے کا ذکر ہے ص ۶۰-۵۹ تکملہ نے لکھا ہے کہ دو مرتبہ دہلی گئے (ص ۱۴۶) مناقب المحبوبین نے فیصلہ نہیں کیا بلکہ لکھا ہے "دو۲ سہ۳ مرتبہ رفتہ اند" ص ۱۲۱ [3] [4] تکملہ ص ۱۴۷-۱۴۸ ص ۱۴۷-۱۴۸ مناقب المحبوبین میں لکھا ہے کہ خواجہ مہاروی نے ۴ اشرفیاں پیش کرنے کے لئے دی تھیں (ص ۱۲۲) [5] مناقب فریدی ص ۵۰ [6] ایضاً [7] مناقب المحبوبین۔ ص ۱۲۱

سے رخصت ہوئے تو انھوں نے چار کتابیں عنایت فرمائی تھیں۔

(۱) مکتوبات شیخ عبدالقدوس گنگوہی

اس پر مولانا کے ہاتھ کا حاشیہ لکھا ہوا تھا۔ مناقب المحبوبین کے مصنف نے اس نسخہ کی زیارت کی تھی۔

(۲) آفتاب معقول

(۳) سوائح السبیل

(۴) ایک مجموعہ جس میں لوائح جامی، شرح رباعیات جامی وغیرہ تھی[1]

مجاہدات | قاضی محمد عاقل صاحبؒ نے نہایت سخت مجاہدات کئے تھے۔ خواجہ حافظ محمد جمالؒ کہا کرتے تھے کہ قاضی صاحبؒ نے جتنے مجاہدے کئے ہیں مشکل سے کوئی دوسرا شخص کر سکتا ہے[2] ان کو ذکر جہر میں بڑی دلچسپی تھی۔ آخر زمانہ میں بھی جب اُن کا بدن پیرانہ سالی کے باعث کمزور اور نحیف ہو گیا تھا وہ نہایت پابندی سے ذکر جہر کرتے تھے۔ ان کے ذکر کی آواز میلوں تک جاتی تھی[3]۔ نواب غازی الدین خاں نے اسماء الابرار میں لکھا ہے۔ کہ قاضی صاحبؒ کے ذکر کی آواز چہار سے شہر فرید تک (جو تین چار میل کے فاصلہ پر ہے) جاتی تھی[4]

قاضی صاحب "حبس دم" کی بھی مشق فرمایا کرتے تھے۔

خواجہ گل محمد نے لکھا ہے کہ انھوں نے مجاہدۂ حبس دم کو کمال تک پہنچا دیا تھا۔ اُن کا ارشاد تھا

"شغل حبس مثل مار بر گنج است۔ ہر کہ از گزند او نترسد بگنج می رسد"[5]　　　　شغل حبس دم خزانے پر سانپ کی مانند ہے جو اس کے نقصان سے نہیں ڈرتا وہ خزانہ تک پہنچ جاتا ہے۔

عبادت میں مشغولیت کا یہ عالم تھا کہ بعض اوقات ان لوگوں سے جو بلاناغہ حاضر خدمت ہوتے تھے، یہ دریافت فرما لیتے تھے کہ اتنے دنوں کہاں رہے۔ جب کوئی جواب میں عرض کرتا کہ بندہ تو روزانہ حاضر ہوتا ہے تو فرماتے ـــــ "من ندیدہ ام"[6]

---

(۱) مناقب المحبوبین ص ۱۲۱۔ (۲) مناقب فریدی ص ۸۵ (۳) تکملہ سیر الاولیاء ص ۱۴۷ (۴) تکملہ سیر الاولیاء ص ۱۴۸ (۵) بحوالہ مناقب المحبوبین ص ۱۱۹ (۶) تکملہ سیر الاولیاء ص ۱۴۸ (۷) تکملہ سیر الاولیاء ص ۱۴۵

قید و بند کے مصائب | قاضی محمد عاقل صاحبؒ کے بڑے بھائی قاضی نور محمد صاحب ڈیرہ غازی خاں میں ٹھیکے لیتے تھے۔ ایک مرتبہ ٹھیکہ کی رقم ادا نہ ہوئی تو ناظم ڈیرہ نے شاہ محمد عاقل صاحب کو جو ضامن تھے قید کر لیا۔ ۹ مہینے تک شاہ صاحبؒ نے قید و بند کے مصائب برداشت کیے۔ اس زمانہ میں انھوں نے اپنا سارا وقت عبادت و ریاضت میں صرف کیا۔ رہائی کے بعد فرمایا کرتے تھے۔

"اگر آں نہ ناچار بدست نمی آمد شاید از نتیجہ شغل بے نصیب می رفتم۔"[1]

قید کے زمانہ میں پیر و مرشد کی جانب سے حضرت نارووالہ صاحب نے متعدد بار رہائی کے لیے اعمال ان کے پاس بھیجے لیکن انھوں نے کوئی عمل نہیں پڑھا۔ بعد کو جب لوگوں نے عمل نہ پڑھنے کی وجہ پوچھی تو فرمایا۔

"برائے خلاص نفس خود عمل کردن حیا دامن گیری شد۔"[2]

مقبولیت | خلافت ملنے کے بعد کچھ عرصہ تک خواجہ محمد عاقلؒ نے شیوع سلسلہ کی طرف توجہ نہیں کی شیخ مہارویؒ کو علم ہوا تو نہایت سختی کے ساتھ لکھا "تم فیض کو عام کیوں نہیں کرتے اور خلق اللہ کو داخل سلسلہ کیوں نہیں کرتے۔ میں اس کی اطلاع شاہ فخر صاحبؒ کو کروں گا۔" یہ سن کر خواجہ صاحب لرز گئے اور نہایت ادب سے عرض کیا۔

"کدام کس پیش من آمدہ است کہ آں رد نمودم۔ اگر مرضی مبارک باشد خود بہ خود بگویم۔"[3]

اپنے مرید کا یہ انکسار اور عجز دیکھ کر خواجہ مہارویؒ کو جوش آگیا فرمانے لگے۔

"اے میاں صاحب! روزے باشد کہ ملائک آسماں بنام شما منادی دہند و خلائق از شرق و غرب بر آستانِ شما جبہ سایند۔ سبحان اللہ شما می فرمائید کہ پیش من کسے نمی آید۔"[4]

تھوڑے ہی دنوں بعد پیر کی پیشین گوئی صحیح ہوئی اور ہزاروں عقیدت مند ان کی خدمت میں حاضر ہونے لگے۔

فتوح اور لنگر | قاضی صاحب کا لنگر ابتدائی زمانہ سے ہی جاری تھا۔ طلباء اور فقراء کو اس لنگر سے کھانا

---

[1] [2] تکملہ سیر الاولیاء۔ ص ۱۴۹ [3] [4] تکملہ سیر الاولیاء۔ ص ۱۵۰

ملتا تھا۔ لیکن ایک زمانہ شاہ صاحب پر ایسا بھی گذرا تھا کہ مسلسل فاقہ رہتا تھا اور لنگر کے سب متعلقین فقرا اور طلباء کو یہ مصائب برداشت کرنے پڑتے تھے

خواجہ گل محمد احمد پوری اس تنگی اور عسرت کے زمانہ میں قاضی صاحب کی خانقاہ میں رہتے تھے۔ اُن کا بیان ہے کہ جب فتوح نہ آتی تھی تو کچھ نہ پکتا تھا۔ جب کچھ آجاتا تو پک جاتا۔ لیکن خواجہ صاحب کا یہ عالم تھا کہ جب تک تمام متعلقین، درویش اور طالب علم کھانا نہ کھا لیتے

"دست بہ طعام نمی بردند"[۱]

خواجہ گل محمد نے لکھا ہے کہ ان کے متعلقین وغیرہ کی تعداد پانچسو تھی[۲] اور یہ تعداد اس وقت تھی جب فقر و فاقہ کے مصائب بھی برداشت کرنے پڑتے تھے جب باب فتوح کھل گیا تو لنگر سے کھانے والوں کی تعداد اس قدر بڑھ گئی کہ اندازہ لگانا مشکل ہو گیا۔ لکھا ہے —

"درآں وقت نہ واردین را تعداد بود، نہ طعام را انداز، یکے دربار شاہنشہی بود"[۳] (اس وقت نہ آنے والوں کا شمار تھا نہ کھانے کا انداز ایک شاہی دربار تھا جو چلتا رہتا تھا)

اتباع سنت | خواجہ محمد عاقل اتباع سنت کا خاص لحاظ رکھتے تھے۔ ہمیشہ یہ کوشش رہتی تھی کہ احکام شریعت و سنت نبوی پر پورا پورا عمل کیا جائے۔ وصال سے کچھ پہلے حضور سرور کائنات کو خواب میں دیکھا کہ فرماتے ہیں۔

"تو مارا بسیار خوش کردی کہ ہمگیں سنتہائے مارا زندہ کردی"[۴]

خواجہ جلال پوری فرمایا کرتے تھے کہ ان کو درجہ فنافی الرسول حاصل تھا۔[۵]

توزیع اوقات | خواجہ محمد عاقل اپنے اوقات کے بہت پابند تھے مغرب کی نماز باجماعت ادا کرنے کے بعد وہ شغل و ذکر میں مصروف ہو جاتے تھے پھر کھانا کھا کر عشاء کی نماز باجماعت پڑھتے تھے۔ اس کے بعد مریدوں کی تعلیم و تربیت میں مشغول ہو جاتے تھے آدھی رات تک یہ سلسلہ جاری رہتا تھا تہجد کی نماز پڑھ کر ذکر جہر کرتے تھے۔ قرآن پاک کی تلاوت فرماتے تھے۔ طلبار کو درس شام کے وقت

---

[۱] [۲] [۳] تکملہ سیر الاولیا۔ ص ۹۹، ۱۴۹ [۴] مناقب المحبوبین ص ۱۲۳ [۵] ذکر حبیب۔ ص ۸۰ - ۲۷۹

دیتے تھے۔ ڈیڑھ پہر دن باقی ہوتا تھا کہ اُن کا حلقۂ درس شروع ہو جاتا تھا[1]

لباس و خوراک | خواجہ صاحب عمدہ اور لطیف لباس زیب تن فرماتے تھے۔ شاہ فخر صاحبؒ نے ہدایت کی تھی کہ لطیف لباس اور لطیف غذا استعمال کریں۔ یہ نصیحت سن کر اُن کو بہت تعجب ہوا تھا لیکن پھر جب انھوں نے رسالہ خواجہ عبید اللہ احرارؒ میں لکھا ہوا دیکھا کہ

"سالک را باید کہ غذا و لباس لطیف استعمال کند کہ انوار لطیف زیادہ می شوند[2]"

تو شاہ فخر صاحب کی نصیحت کی حکمت اُن کے ذہن نشین ہو گئی۔

خواجہ صاحبؒ کا قمیص سینے پر سے چاک رہتا تھا۔ کلاہ قادری سر پر ہوتی تھی جب باہر تشریف لے جاتے تو سر مبارک پر دستار یا سلاری (لنگی) باندھ لیتے تھے تکملہ میں اُن کے لباس کے متعلق لکھا ہے۔

"پاجامہ نہ تو سیلہ سیاہ و پا تہ بند سیاہ مستعمل می شد، و بر دوش لنگی یا الاچہ یا دوپٹہ یا سلاری بہر کیف می رسد مستعمل می شد[3]"

ریشمین کپڑا کبھی استعمال نہ کرتے تھے۔

خواجہ صاحبؒ بہت قلیل الطعام تھے۔ رات دن میں ۵۰ درم سے زیادہ خوراک نہ ہوتی تھی تکملہ میں لکھا ہے۔

"و در اکل و شرب آں حضرت از شصت و ہشت درم ار دو ہفت نان تنکسا ر بہم تیار کردہ می شد باین طریق کہ بر تابہ نیم پختہ نمودہ بعد ازاں بر انگر ہا تمام پختہ می شد باین صورت نان تمام نرم می شود ازاں نانہا دو نیم نان گاہے بہ شوربہ چوزہ یا دال مونگ یا شلغم تناول می فرمودند و ہم چنیں وقت شب می کردند[4]"

اخلاق | شاہ صاحبؒ کا اخلاق نہایت اعلیٰ تھا۔ امیر و غریب، بوڑھے اور جوان سب ہی ان کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے اور وہ سب سے یکساں شفقت اور انکساری سے ملتے تھے۔ جو اُن سے ملتا تھا یہ سمجھتا تھا کہ جس قدر التفات و اکرام مجھ پر ہے کسی پر نہیں۔ اکثر اوقات ایسا دیکھا گیا کہ بعض لوگوں نے بازو پکڑ پکڑ کر آپ کو اپنی طرف رجوع کیا لیکن آپ نے نہایت ہی خندہ پیشانی اور محبت سے ان کو جواب دیا۔

---

[1] مناقب فریدی ص ۵۵ [2] تکملہ سیر الاولیاء ص ۱۴۱ [3] تکملہ سیر الاولیاء ص ۱۴۴ [4] مناقب فریدی ص ۵۵ [5] ایضاً

لوگ زور زور سے گفتگو کرتے لیکن آپ نہایت آہستگی اور خندہ روئی سے اُن کو مطمئن کرتے ۔ بعض مرتبہ خود ہنس کر فرمایا کرتے تھے کہ لوگ میرے بازو پکڑ کر اور زور زور سے چیخ کر مخاطب کرتے ہیں، گویا میں بہرا ہوں۔[۱]

اصلاح مریدین | شاہ محمد عاقلؒ اپنے مریدوں کی اصلاح و تربیت کی طرف خاص توجہ فرماتے تھے۔ وہ اُن میں صحیح مذہبی جذبات ، خدا پر بھروسہ اور اسی سے ہر مشکل میں مدد مانگنے کا صحیح جذبہ پیدا کرنا چاہتے تھے ایک مرتبہ چیچک کے عمل کے متعلق ذکر ہو رہا تھا۔ فرمانے لگے ۔

"نسبت اثر بوجود کردن عین شرک است ۔ موثر حقیقی حق تعالیٰ است"[۲]

شاہان مغلیہ کی عقیدت | اکبر شاہ ثانی نے شاہزادہ جہاں خسرو اور کاؤس شکوہ کو قاضی محمد عاقل صاحب کا مرید کرایا تھا۔ بہادر شاہ ظفر کو اُن سے بہت عقیدت تھی ۔ ایک شعر میں کہتا ہے ؎

دل فدا کرتے ہیں نام فخر دیں پر اے ظفر ہم ہیں عاقل ربط عاقل سے دلی رکھتے ہیں ہم

وصال | قاضی صاحب تقریباً چار مہینے تک علیل رہے ۔ ایک روز فرمانے لگے ۔

"امروز در تمام ہرج سفر کشیدیم خوب شد کہ بہ منزل رسیدیم"[۳]

حاضرین حیران ہو گئے کہ یہ کیا معاملہ ہے ۔ خواجہ گل محمد احمد پوری یہ الفاظ سن کر رونے لگے اسی دن شاہ صاحب نے وصال فرمایا ۔ شدانی سے کوٹ مٹھن لا کر سپرد خاک کیا گیا ۔ ۸ رجب ۱۲۲۹ھ کو یہ واقعہ پیش آیا ۔ تاریخ وصال ہے ؎

دل ز داغِ دردِ پُرسوز و لہب	جاں بلب شد چوں سخن گو یدلبب
رفت از دارِ فنا سوئے بقا	رہبرِ دینِ ھُدیٰ عالی نسب
مظہرِ نورِ محمد، فخرِ دیں	شہ محمد عاقل، محبوب رب
ہادیٔ خلق خدا رفت از جہاں	حسرتا دردا دریغا صد عجب
آہ وا ویلا و صد افسوس و درد	کز جہاں نورِ جہاں شد محتجب

---

[۱] تکملہ سیر الاولیاء ۔ ص ۱۴۴ [۲] تکملہ ۔ ص ۱۹۵ [۳] تکملہ سیر الاولیاء ۔ ص ۱۴۴ ۔ مناقب فریدی ۔ ص ۵۵ [۴] تکملہ ص ۱۴۳ "